از ''تذکرہ علماء'' تألیف مولانا سید مہدی بن نجف علی الحسینی الرضوی العظیم آبادی

تذکرۂ آیۃ اللہ علامہ سید محمد عباس شوشتریؒ

مترجم: خان محمد صادق جونپوری

جناب فضیلت و سیادت انتساب، فاضل کامل عامل، نحریرلوذعی جناب سید محمد عباس شوشتری ادام اللہ تائیدہ، جناب مولانا ومقتدانا، سید العلماء الاعلام، سید الفقہای الفخام، المبرعن کل شین، جناب سید حسین دامت فیوضہ کے افاضل شاگردوں میں سے تھے۔ فضائل و کمالات، فنون ادبیہ وعقلیہ ونقلیہ و فقہیہ میں تبحر کے سلسلے میں جناب کی خدمت بابرکات سے مستفید ہونے والے دیگر لوگوں سے زیادہ مشہور اور ان میں سے اکثر پر امتیاز رکھتے تھے۔ سادات نوریہ کے سلسلہ نسب کی بنیاد پر ان کا نسب امام موسیٰ کاظمؑ تک پہنچتا ہے۔

سید محمد عباس ابن سید علی اکبر ابن سید محمد جعفر ابن سید ابی طالب ابن سید نورالدین ابن سید نعمت اللہ جزایری شوشتری ابن سید عبداللہ ابن سید محمد ابن سید حسین ابن سید احمد ابن سید محمود ابن سید غیاث الدین ابن سید مجدد الدین ابن سید نورالدین ابن سید سعد الدین ابن سید عیسیٰ ابن سید موسیٰ ابن سید عبداللہ ابن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔

جناب کے اکثر اجداد، علما و صالحین وفقہا میں شامل تھے۔ من جملہ سید نعمت اللہ جزائری جن کے حالات آٹھ ویں باب میں گزر چکے ہیں، جو ۱۱ صدی کے فاضل علماء اور بلدہ شوشتر کے اکابر فقہا میں سے تھے۔ ان کے حالات کے ذکر میں ان کے فرزند ارجمند سید نوراللہ جن کی اولاد احفاد سادات نوریہ کے نام سے مشہور ہے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

سید ممدوح کے جد امجد یعنی سید محمد جعفر بن سید ابی طالب شوشتری ہندوستان آئے۔ وہ زہد وعبادت اور جود وسخا میں یگانۂ دہر تھے۔ ان کے والد ماجد سید علی خلف سید محمد جعفر بہت ہی متواضع اور محاسن صفات و مکارم اخلاق سے متصف تھے۔ بہت ہی خوش خط اور اچھے انشا پرداز تھے۔ چند فرزند ارجمند یادگار چھوڑے جن میں اکبرو، افضل، اعلم واکمل جناب سید ممدوح ہیں۔

ان کی ولادت باسعادت اواخر ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۲۴ ہجری میں ہوئی۔ صغر سن میں نہایت فطانت وذکاوت کے ساتھ کسب کمال میں مشغول ہوئے اور فنون درسیہ وعلوم رسمیہ کو اپنے زمانے کے علما سے جو اکثر اہل خلاف تھے حاصل کیا۔

چودہ سال کے سن میں علم منطق، حساب، فلسفہ، ہندسہ، معقولات، حکمت وغیرہ سے فارغ ہوئے۔ اوائل شباب میں جناب علامۃ الزمن، فقیہ دوراں، جناب مولانا و مقتدانا، سابق الالقاب کی خدمت میں مشرف ہوئے اور علم فقہ وحدیث وغیرہ کو حاصل کیا۔ یہاں تک کہ قلیل مدت میں فضل وکمال کے درجے پر پہنچے اور تالیف وتصنیف وتدریس میں مشغول ہوئے۔ فصاحت وبلاغت، شعر، فارسی وعربی انشا، مناظرہ، مواعظہ، فقہ واصول اور دوسرے کمالات ومحامد خصال،

ورع وتقویٰ اور محاسن عادات میں اس بلاد کے اکثر افاضل پر تفوق حاصل کیا۔ اور جناب سابق الالقاب سے اجازہ روایت و درایت کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ اجازے کی عبارت آگے تحریر ہوگی۔

سید ممدوح کے احوال خیر مآل کے دیگر گوشے جوانھوں نے اس ننگ خلائق سے بیان فرمائے ہیں اس طرح ہے۔

جب میں نے بچپن سے قدم باہر نکالا تو والد مرحوم نے مجھ کو مولوی مخدوم کے شاگرد مولوی عبدالقوی کے حوالے کیا جو صفت زہد وقناعت سے متصف تھے۔ تقریباً ایک سال تک ان کی خدمت میں بعض فارسی کتابیں پڑھیں۔ اللہ کے فضل سے میں لہوولعب سے متنفر اور کتابت وقرائت کی طرف راغب تھا۔

اس کے بعد کتب صرف کو پڑھنا شروع کیا۔ ساتویں سال کے اواخر میں شارح سلم، مولوی حسن کے شاگرد مولوی عبدالقدوس کی خدمت میں کتاب ''مصباح'' پڑھنا شروع کی۔ کبھی کبھی مولوی مذکور جو متعصب سنی تھا، گمراہی وضلالت کے کلمات زبان پر جاری کرتا تھا۔ ایک روز کسی شخص نے اس سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ زیادہ تر سنی حضرات شیعہ مذہب قبول کرتے ہیں، جب کہ میں نے کبھی کسی شیعہ کو سنی ہوتے نہیں دیکھا۔ مولوی نے جواب دیا سنیوں کا مذہب پاک غذا کی طرح ہے جو فضلہ ہو جاتا ہے اور فضلہ کبھی غذا میں تبدیل نہیں ہوتا ہے۔ میں نے حداثت سن کے باوجود تائید الٰہی سے جواب دیا کہ آپ کے کہنے کے مطابق خلفائے ثلاثہ کو جو پہلے کافر اور نجس تھے، طہارت اسلام منقلب نہ کرسکی۔ مولوی حیران رہ گیا۔ اس کے بعد مولوی عبدالعلی کے شاگرد رشید مولوی قدرت علی جو سنیوں میں بحرالعلوم کے نام سے مشہور ہیں، کے پاس منطق و حساب، فلسفہ وہندسہ اور معمول کی تمام کتب درسیہ کو پڑھا۔

میرے اوپر اللہ تعالیٰ کے تفضلات میں سے ایک فضل یہ بھی تھا کہ میں زیادہ تر آسمانی بیماریوں سے محفوظ تھا اور تحصیل علم کا شوق روز بروز بڑھتا گیا۔ یہاں تک کے کھانے، پینے میں وقت صرف کرنے کو بھی تضیع وقت سمجھتا تھا۔ زیادہ تر سوکھی روٹی پر اکتفا کرتا تھا تا کہ مطالعہ میں خلل نہ پڑے۔ درس کے اوقات میں مباحثہ، تحریر وتحقیق کرتا تھا۔

اسی زمانے میں مذہب وملت کے سلسلے میں تحقیق کا خیال ذہن میں آیا۔ کوئی شخص کتاب ''بخاری'' کو مولوی مذکور کی خدمت میں پڑھتا تھا اور میں اسی سے سماعت کرتا تھا۔ اس کے بعد مخالفین کی چند معتبر کتابوں پر نظر پڑی ان کے مطالعے سے مذہب امامیہ اثناعشریہ کی حقیقت اس طرح مجھ پر واضح ہوگئی کہ موافقین کی کتابوں کو پڑھنے سے ایسا نہیں ہوسکتا تھا۔

جب دوسرے سات سال میں کتب درسیہ سے فراغت حاصل ہوئی تو مولوی عبدالقوی مذکور نے فن طب کی طرف مجھے ترغیب دلائی۔ یہاں تک کہ بعض طبی کتابوں کو حکیم مرزا علی غوث کی خدمت میں پڑھا جو حکیم آقا صاحب مرحوم کے شاگرد اور عفت وطہارت وزہد میں ان کے ثانی تھے۔ اور بعض کتابوں کو جالینوس دوراں مرزا علی خان کی خدمت میں پڑھیں۔ کچھ دن مطب بھی کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے استیقاد جیسے صعب العلاج امراض میں مبتلا مریضوں کو شفا حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ اس حدیث پر نظر پڑی: الطبیب ضامن و لو کان حاذقاً۔ میں نے فوراً لوگوں کے علاج سے ہاتھ کھینچ لیا۔ چونکہ تجوید وقرائت کا شوق پیدا ہوگیا تھا لہٰذا اس دیار کے علم قرائت کے مشہور استاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کچھ دن مشق کیا اور قلیل مدت میں استاد کے مورد تحسین واقع ہوا۔

اٹھارہ سال کی عمر میں علامۂ زماں، قبلۂ ایماں، غایط

تدقیق، حامل عرش تحقیق، مولانا سید حسین دامت موالیہ کی خدمت با برکت میں پہنچا اور فقہ و حدیث کی اکثر کتب نیز دوسری درسی کتب کو ان کی خدمت میں قرائت کی۔ بے شک تعلیم و افادت کے سلسلے میں آں جناب کے احسانات کا عشر عشیر بھی بیان نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اکثر علوم میں آنجناب پر اعتماد و استناد کرتا ہوں۔ مثلاً فن انشا، تحریر عبارت اور اس کی نظم و نسق کے سلسلے میں ہر چند میں نے معمول کے مطابق مشق کیا تھا اور کم سنی سے مجھے یہ سلیقہ اللہ کی طرف سے عطا ہوا تھا، لیکن چند سطر لکھ کر جناب کی نظر سے گزارا اور آپ کی اصلاح کی بدولت اس فن میں اتنا ماہر ہو گیا کہ آن جناب کی طرف سے اکثر خطوط اور عبارتوں کی تحریر اس حقیر کے ذمے کی جاتی تھی اور کئی بار داد و تحسین سے نوازا گیا۔

بچپنے سے مولوی عبد القوی کی صحبت کی وجہ سے مجھ میں زہد و توکل اور گوشہ نشینی کا شوق پیدا ہو گیا تھا اور شب و روز کتاب ''ابواب الجنان'' پر نظر کرتا تھا اور آج تک منزوی ہوں۔ جناب استاد علامہ دام ظلہ العالی کی طرف سے عراق و عجم کے علما کو عربی زبان میں اور رنگین عبارتوں میں خطوط لکھے۔ لیکن کبھی اپنا نام ظاہر نہ کیا اور اپنی طرف سے کوئی خط نہ لکھا۔

صرف ایک بار زیارت نجف اشرف کے شوق میں جناب محمد حسن نجفی صاحب جواہر الکلام کی خدمت میں ایک خط تحریر کیا۔ اس خط کی تاریخ تحریر ماہ ذی القعدہ سنہ ۱۲۵۷ ہجری تھی۔ خود نمائی میرے مزاج کے خلاف تھا۔ کبھی اپنی شہرت اور تشہیر کی فکر میں نہ تھا۔ لیکن جو کچھ میں نے شہرت پائی وہ سب جناب استاد علامہ سابق الالقاب دام ظلہ العالی کی خدمت عالی سے شرف یاب ہونے کی برکت سے ہے۔ روز بروز آن جناب سے میرا تقرب بڑھتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ سنہ ۱۲۵۷ ہجری کے بعض مہینوں میں نماز جماعت و وعظ کی ترغیب دلائی لیکن میں خود کو اس بات کا لائق نہیں سمجھتا تھا۔ آخر کار الامر فوق الادب کے مصداق اس امر عظیم کو انجام دیا۔ کچھ مدت بعد اسی سال کے ماہ رمضان کے آخر میں اجازۂ روایت میرے لئے تحریر فرمایا۔

اجازے کے تحریر سے پہلے چونکہ میری بعض مولفات مثلاً ''روائح القرآن فی فضایل امناء الرحمان'' اور ''جواہر عبقریہ در ردتحفۂ اثنا عشریہ''، استاد کی نظر سے گزری تھی اور داد و تحسین بھی ملی تھی، لہٰذا مذکورہ تحریر میں ان کتابوں کی خوبی کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

ان سب کے باوجود زمانہ اپنی عادت کے مطابق اکثر مجھ سے نامساعد رہا۔ یہاں تک کہ سلطان مغفور، فردوس منزل، محمد علی شاہ کے دور میں میرے لئے وظیفہ مقرر کیا گیا۔ اسی زمانے میں میں نے کتاب 'جواہر عبقریہ در ردتحفۂ اثنا عشریہ' کی تالیف کی۔ بادشاہ مذکور کی وفات کے بعد وہ قلیل رقم بھی ختم ہو گئی۔ لیکن ذات احدیت پر بھروسہ کی وجہ سے میری عادتوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور ذہن میں کوئی ملال پیدا نہیں ہوا۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سلطان والاشان، جنت مکان، امجد علی شاہ کو اعزاز دین مبین، ازلال معاندین، قدر شناسی علما اور ترویج شریعت غرا کی توفیق عنایت فرمائی۔

میں نے استاد علامہ سابق الالقاب دام ظلہ العالی کے اشارے پر مملکت میں کسی مدرسے کے نہ ہونے کے سلسلے میں ایک رسالہ تحریر کیا اور استاد زادہ المعی کے ذریعے بادشاہ کے نظر سے گزارا۔ اس کے بعد بادشاہ مذکور نے مدرسے کی تعمیر اور مدرسین کی تقرری کا حکم صادر کیا اور عالی جناب سابق الالقاب کے رائے و مشورے سے اس دیار کے علما و فضلا جو منتخب زمانہ ہیں، تدریس کے لئے مقرر کیے گئے۔ میرا نام بھی اس فہرست

میں تھا۔ اور اس طرح مباحثہ اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔ طلباء کی ایک جماعت میرے اردگرد جمع ہوتی تھی اور پورے سال میں اس کام میں مشغول رہا۔ اس کے بعد نواب وزیر الممالک امین الدولہ امداد حسین خان بہادر دام اقبالہ کو نماز جماعت کا شوق ہوا اور اس کا تذکرہ سلطان جنت مکان کی خدمت میں کیا۔ اس منقبت عظیم و مقام شریف کو عبد ضعیف کے لئے مسجد شاہی میں مختص کیا گیا۔ بادشاہ کے دل میں جو شاہراہ شریعت پر مستقیم تھا، میری اقتدا کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن بعض وجوہ کی بنیاد پر اقتدا کی نوبت نہیں آئی۔

اس کے بعد نواب ممدوح نے مشورہ دیا کہ محکمۂ افتا کو میرے حوالے کیا جائے۔ لیکن میری رائے یہ نہ تھی۔ کیونکہ ''ان المفتی علی شفیر الجھنم'' کا قول اس منصب کے ساتھ وابستہ ہے۔ لیکن چونکہ جناب استاد کے مشورے کے مطابق تھا لہٰذا مجبوراً استخارہ کے بعد اس بار گراں کو اپنے کاندھوں پر اٹھایا اور آج تک یعنی سنہ ۱۲۶۳ ہجری تک اس منصب میں مبتلا ہوں۔ اللھم حول حالنا الی احسن الحال۔

جو کچھ میں نے آج تک تصنیف و تالیف کے ڈھانچے میں ڈھالا ہے ان میں سے بہت سی کتابیں زمانے کی نامساعدت کی وجہ سے ضایع ہو چکی ہیں اور جو کچھ باقی ہیں ان میں بہت سی ابھی مسودے کی شکل میں ہیں اور کتابی صورت میں نہیں آئی ہیں۔ یہ تھے جناب کے کلام کے منتخب عبارات۔

بے شک جو کچھ انھوں نے فرمایا ہے ایک ہلکی سی جھلک ہے۔ آپ کی بہت سی تصانیف انیقہ ہیں۔ عربی، فارسی اور ہندی میں جو کچھ باقی ہے وہ اتنا ہے کہ ان کی فہرست تحریر کرنا مشکل ہے۔ ان سب کے باوجود ساری تالیفات خوش اسلوب، متین، حقائق و دقائق سے مملو اور نصرت دین مبین و تذلیل مخالفین پر مبنی ہیں۔ ہم یہاں پر ایک مختصر فہرست پیش کرتے ہیں:

۱۔ روائح القرآن فی فضایل امناء الرحمن: یہ کتاب اہلسنت کی روایات کے مطابق حضرت علیؑ اور دوسرے ائمہؑ کی شان میں قرآنی آیتوں پر مشتمل ہے۔ اس میں جدّت مضامین اور مخالفین پر طنز پایا جاتا ہے۔

۲۔ رسالۂ شعلۂ جوالہ: خلیفۂ ثالث کے ذریعے مصاحف کو جلانے کے اثبات پر مبنی ہے۔

۳۔ روح الایمان: چہل حدیث کی شرح اور اصول خمسہ پر مشتمل ہے۔

۴۔ مونس الخلوات: ایک منظوم جو مکارم اخلاق پر مشتمل ہے۔

۵۔ رسالہ رشحۃ الافکار فی تحدید الافکار: جناب مولانا علامۃ العصر سید العلماء دامت فیوضہ کی کتاب ''وجیز رایق'' کی مبحث کی شرح ہے۔

۶۔ کتاب عیوضہ اور حلیۃ السحاب فی حجیۃ ظواہر الکتاب: یہ کتاب ''مدرار'' کا ایک حصہ ہے اور اس میں اصول و اخبار پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بقیہ مجلدات تصنیف نہ ہوسکیں۔

۷۔ رسالۂ تبصرۃ الزائر: مشتمل بر غوامض و لطایف زیارات ماثورہ۔

۸۔ رسالۂ عسادر عسجد یہ: جو مسئلۂ فوریت پر حاشیہ ہے اور معالم اصول کے مطالعہ کے وقت تحریر کی گئی ہے۔

۹۔ رسالۂ التقاط الالی فی الامالی: احادیث لطیفہ پر مشتمل ہے اور اکثر حدیثیں امالی شیخ صدوق و ابن بابویہ سے ماخوذ ہیں۔

۱۰۔ رسالۂ جواہر الکلم ملقب بانہار الانوار: مشتمل بر اصول دینیہ و مواعظ و معارف یقینیہ جو کتاب کافی کی تلخیص ہے۔

۱۱۔حاشیہ تحریر اقلیدس بر مقالہ اولیٰ

۱۲۔حاشیہ شرح سلم مولوی حمد اللہ رحمہ اللہ

۱۳۔حاشیہ شرح سلم مولوی حسن جو ابھی مسودے کی شکل میں ہے۔

۱۴۔تیس سوالوں پر مشتمل کتاب ملخیص عن الغویص جسے انھوں نے بہت عجلت میں تحریر کیا اور عتبات عالیات عرش درجات کے کسی زائر نے اس کتاب کو وہاں کے علما کی نظر سے گزارا۔ وہاں کے مشاہیر علما نے اس کے جواب تحریر کرنے کے لئے ایک لمبی مہلت مانگی۔ بوشہر کے شیخ خلف نامی عالم نے اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اس کتاب کا جواب تحریر کیا ہے۔

۱۵۔معمیات اور الغاز کے سلسلے میں رسالہ ''بدیہ لہیہ''

۱۶۔انشائے مکاتب عربیہ جو زیادہ تر مولانا ،علامہ زمان سید العلما دامت معالیہ کے خطوط ہیں جسے انھوں نے علمائے کربلا و نجف و مشہد کو تحریر کئے ہیں۔

۱۷۔رسالہ ''فوج العبیر''

۱۸۔رسالہ ''الشریعۃ الغراء'' (دو جلد)

۱۹۔منابر الاسلام (دو جلد)

۲۰۔لسان الصباح

۲۱۔رطب العرب (دیوان اشعار عربی)

۲۲۔بیت الحزن (مثنوی فارسی)

۲۳۔نان وحلوا (مثنوی فارسی)

۲۴۔ید بیضا

۲۵۔ریاحین الانشاء (فارسی خطوط)

۲۶۔نصر المومنین در رد یہود

۲۷۔آب زلال (عربی و فارسی)

۲۸۔ظل ممدود (مکاتیب علماء عرب وعجم)

۲۹۔مثنوی المرصع (عربی و فارسی)

۳۰۔تفسیر سورۂ رحمن (عربی)

۳۱۔تفسیر سورۂ ق

۳۲۔انوار یوسفیہ (فارسی مخطوطہ)

۳۳۔تفسیر آیہ سیتجنبھا الاتقیٰ

۳۴۔حاشیہ شرح لمعہ



سلام بہ حضور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ

فاروقؔ جائسی صاحب، سپرنٹنڈنٹ کسٹمس اینڈ سینٹرل ایکسائز، کانپور

آج پھر محفل سجی ہے حیدرِ کرارؑ کی — ہے یہاں بارش مسلسل رحمت و انوار کی
ورد تو کیجے علیؑ مشکل کشا کے نام کا — وہ مدد کرتے ہیں ہر دم بے کس ونادار کی
لا فتیٰ الا علیؑ، لا سیف الا ذوالفقار — یہ ہے شانِ حیدری، توصیف یہ تلوار کی
ان کی چشمِ غیب بین و غیب دانی کے حضور — کچھ حقیقت ہی نہیں ہے پردۂ اسرار کی
شہرِ علمِ مصطفیٰؐ کا باب ہیں مولیٰ علیؑ — یہ حدیثِ معتبر ہے احمدؐ مختار کی
چھین لیں کس نے درِ خیبر سے ساری عظمتیں — اب بھی ہے لرزیدگی قائم در و دیوار کی
آ گئے ہیں ان کی محفل میں تو اے فاروقؔ اب — بھیک لے کر جائیں گے سب وارثِؑ سرکار کی

